Al-Marjān Research Journal
Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Islamic thoughts and human psychology: An analytical study of impressions and applications

اسلامی تعلیمات اور انسانی نفسیات: تاثرات و تطبیقات کا تجزیاتی مطالعہ

Authors Details
1. Dr. Moazzam Ali (Corresponding Author)
Faculty Member, Edarah Nehj-ul-Qurʾān, Sharaqpur Sharif, Sheikhupura, Pakistan.
alimoazzam91@gmail.com

Citation
Ali, Dr. Moazzam. "Islamic Thoughts and Human Psychology: An Analytical Study of Impressions and Applications."*Al-Marjān Research Journal* 3,no.1, Jan-Mar (2025): 335–355.

Submission Timeline
Received: Dec 18, 2024
Revised: Jan 04, 2025
Accepted: Jan 18, 2025
Published Online: Feb 01, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Islamic thoughts and human psychology: An analytical study of impressions and applications

اسلامی تعلیمات اور انسانی نفسیات: تاثرات و تطبیقات کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر معظم علی[☆]

Abstract

This study explores the dynamic intersection between Islamic thought and human psychology, aiming to provide an analytical understanding of their conceptual alignments, distinct features, and practical implications. Drawing upon primary Islamic sources such as the Qurʾān and Ḥadīth, the research investigates how Islamic views of the human self—comprising *nafs* (self), *qalb* (heart), *ʿaql* (intellect), and *rūḥ* (spirit)—contribute to a holistic understanding of mental, emotional, and spiritual well-being. It further compares and contrasts these insights with contemporary psychological theories and frameworks, identifying areas of convergence and divergence. A key focus is the ethical and spiritual dimensions of human development in Islam, emphasizing the role of purification (*tazkiyah*), mindfulness of God (*taqwā*), and moral discipline in psychological balance. The paper also examines the emerging field of Islamic psychology and faith-based counseling as a culturally relevant and spiritually grounded alternative to Western-centric models. By highlighting the need for integrative approaches that harmonize scientific methodologies with Islamic moral values, the study argues for a more inclusive, culturally sensitive framework in mental health discourse. The findings suggest that Islamic thought not only enriches psychological theory but also provides practical tools for therapy, self-development, and communal well-being. Ultimately, this research offers a bridge between traditional Islamic scholarship and modern psychology, contributing to the advancement of spiritually integrated therapeutic practices that resonate with Muslim populations around the world.

Keywords: Intersection, harmony, perspectives, counseling, integrative.

تعارف موضوع

مذہب کے جامع تصوّر سے عموماً عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کو مراد لیا جاتا ہے اور مذہب کی جامعیت بھی اِسی میں پنہاں ہوتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر ہر گوشے کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہو۔ سبھی مذاہب کی داعیین کا اوّلین دعوٰی "مکمل رہنمائی فراہم کرنا" ہی ہوتا ہے جبکہ حقائق اِس کے برعکس بھی دیکھائی دیتے ہیں لیکن بالفرض مطالعاتی حدود تک بھی تمام مذاہب کا تقابل کیا جائے تو دیگر سامی مذاہب بھی تحریفات کے گرداب میں پھنسے نظر آتے ہیں جس پر "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ"[1] (اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں)" کے الفاظ مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔ کہیں صرف عبادات تک خود کو موقوف کر لیا گیا ہے جیسا کہ عیسائیت وغیرہ اور عقائد پسِ پُست ڈال دیئے گئے ہیں

☆ لیکچرر، گورنمنٹ گریجویٹ کالج سول لائنز، شیخوپورہ، پاکستان۔

[1]. Al-Nisāʾ, 4:46

اور کہیں صرف عقائد کو ہی مطمح نظر ٹھرا لیا گیا ہے جیسا کہ یہودیت میں خود کو اللہ کا چنیدہ شمار کرنا وغیرہ اور باقی پہلو در گزر کر دیئے گئے ہیں یا اُن میں تحریفات کر دی گئی ہیں۔

پھر جب قلم و قرطاس کی لغزشوں نے اُن کی مذہبی تعلیمات میں اسقدر بگاڑ پیدا کر دیا ہے کہ اب اُن مذاہب کی اساسی تعلیمات کی چھان پھٹک کرنا مفقود متصوّر کیا جاتا ہے اور جب اساسیات میں فساد برپا ہو جائے تو مذہب کا اجتماعی تصوّر منتشر ہو جاتا ہے۔ وہ مذہب پھر جامعیت کا داعی نہیں رہ پاتا۔ عصر حاضر میں جب دیگر مذاہب کے ہمراہ دین اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو قاری پر روزِ روشن کی طرح واضح تر ہوتا چلا جائے گا کہ یہ واحد دین ہے جو اپنے اساسی اصولوں پر ابھی تک کھڑا نظر آتا ہے جو آج بھی عین وہی ہیں جو کم و بیش ۱۴۴۰ سال قبل پیغمبرِ اسلام آنحضرت محمد ﷺ نے منضبط فرمائے تھے، اسلامی تعلیمات فی السطور و فی الصدور جوں کی توں محفوظ چلی آرہی ہیں جس کا بین ثبوت "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"2 (بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں)" میں مقید ہے۔

پیشِ نظر بحث میں تعلیمات اسلامیہ کے مجموعی تصوّر سے اخذ کردہ افکار کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ مقالہ نگار کے نزدیک مندرجہ ذیل اساسی نوعیت کے نقاط اسلامی تعلیمات کے جامع تصور سے اخذ کردہ ہیں جن میں کمی و بیشی کا امکان بہر حال موجود ہے اور اِنہیں بیان کرنے کا مقصد اسلام کے جامعیت کے تصوّر کو واضح تر کرنا ہے جو انسانی فکر میں کبھی بھی مایوسی و نااُمیدی جیسی کیفیات کو پنپنے نہیں دیتا بلکہ جہاں کارِ جہانِ دیگر اپنی رعنائیاں کھو دیتے ہیں اسلام وہاں بھی کی امید کی شمع منوّر رکھتا ہے۔ آئندہ کی سطور میں اُن پہلوؤں سے آگاہی حاصل کرنے کی سعی کی جائے گی کہ جن سے عیاں ہو گا کہ اسلام کس قدر جامعیت کا حامل دین ہے جو اِسے دیگر تمام ادیان و مذاہب سے منفرد و ممتاز کر دیتا ہے جو کہ درجہ ذیل ہیں۔

مبحث اول: ترغیبات

ترغیب! فکر و عمل میں حرکت کا باعث بنتی ہے۔ ترغیب! انسانی نفسیات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ترغیب کے ذریعے انسان کی شخصیت کو سُدّھارا بھی جا سکتا ہے اور بگاڑا بھی۔ اِسی عمل کی بدولت انسان مشکل سے مشکل تر کام بھی خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے اور اسی کے سبب سہل پسندی اور کاہلی کی اتھاہ گہرایوں میں صدیوں پڑے رہنے میں عافیت محسوس کرتا ہے، مختصر یہ کہ انسان کو عملِ ترغیب سے ہی متحرّک کر کے اوجِ ثُریّا تک لانا ممکن ہو پاتا ہے۔

اسلام ترغیبی عمل میں بھی تدریجی مراحل کا درس دیتا ہے۔ تعلیماتِ اسلامیہ کا غائرانہ مشاہدہ کیا جائے تو یہ پہلو واضح تر ہو جاتا ہے کہ اسلام نے جس بھی نقطہ پر گفتگو فرمائی ہے اُس میں ترغیب کا عنُصر نمایاں ہوتا ہے جیسا کہ انفاق فی سبیل للہ ہو، جہاد کی طرف توجہ دلانی ہو یا باہمی معاملات وغیرہ ہوں سبھی کی طرف ترغیبانہ اندازِ تخاطب اختیار کیا ہے جس کا اظہار مندرجہ ذیل آیات میں بھی ملتا ہے:۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ 3، اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ4
اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕوَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ 5 ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیاں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

---

[2].Al-Hajar, 15: 9
[3].Al-Baqara, 2:254
[4]. Al-Baqara, 2:267
[5]. Al-Baqara, 2:261

مذکورہ بالا آیات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں کثیر تعداد ایسی ہے جو کسی بھی عمل کو سر انجام دینے کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دلاتی ہیں اور عمل ترغیب ہر دعوت و تبلیغ کا لازمی جزو ہونا چاہئے جیسا جہاد کے بارے میں ترغیبانہ انداز اختیار کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَي الْقِتَالِ6 اے غیب کی خبریں بتانے والے! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔
دیگر موضوعات کی طرح آنحضور اکرم (ﷺ) نے نکاح کرنے کے بارے میں ترغیب فرمائی جیسا کہ

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي 7
نکاح میری سنت ہے جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اِسی طرح آپ (ﷺ) نے ایک اور مقام پر ترغیب فرمائی کہ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي8 میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری بہ نسبت بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہوں، پھر روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور ساتھ ساتھ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔

مبحث دوم: تنبیہات

عمومی طور پر کسی فرد کو کسی بات پر سمجھانے یا ٹوکنے کے عمل کو تنبیہ کہا جاتا ہے جبکہ اطلاع دینا، نصیحت کرنا، خبر دینا و دیگر معنیٰ بھی مستعمل ہیں۔
یوں تو پورا قرآن ہی انسان کو تنبیہ کرتا نظر آتا ہے چاہئے وہ ماضی کے قصائص پر بات کی جا رہی ہو تو بھی اُن کو بیان کرنے کا مقصد تنبیہ کرنا ہی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت متعدد بار ذکر کی گئی ہے کہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً 9، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔ اور چاہے وہ موضوع شبِ معراج کے سفر کی روداد بیان کرنے کے بارے میں ہو جیسا کہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ 10 وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہان کے لیے۔
مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہوا کہ عمل تنبیہ کسی ایک جہت تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری زندگی کو اپنے احاطہ تحریر میں لیے ہوئے ہے جس میں باہمی معاملات کا موضوع باقی سبھی مباحث پر فوقیت حاصل کرتا نظر آتا ہے جس کا اظہار آئندہ کی عبارات سے واضح ہوگا۔ جیسا کہ نکاح کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭاِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭوَسَاۗءَ سَبِيْلًا11
اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا وہ بیشک بے حیائی اور غضب کا کام ہے، اور بہت بری راہ۔

اچھائی اور برائی کے بارے میں متنبہ کیا گیا ہے کہ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ 12 اور منع فرماتا بے حیائی اور بری بات بری بات اور سرکشی سے۔
حضرت لقمان (علیہ السلام) اپنے بیٹے کو ناصحانہ انداز میں تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ 13 اے میرے بیٹے! نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر۔

---

6. Al-Anfaal 8: 65
7. Ibne-majat 'abu eabd ullah muhamad bn yazid, sunan abn majah (Dar 'iihya' alkutub alearabiat - faysal eisaa albabi alhalabi), kitāb al-Nikah, 1:592, ḥadīth 1846
8. Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Al-Jāmiʿ al-Bukhārī* (Miṣr: Al-Sulṭāniyya bil-Maṭbaʻa al-Kubrā al-Amīriyya, 1311 AH), kitāb al-Nikah, 7:2, ḥadīth 5063
9. Ash-Shuara 26:122
10. At-Takwir 81: 29
11. Al-Nisāʾ, 4:32
12. Al-Naḥl, 16:90
13. Luqman 31: 17

سابقہ اقوام میں بد اخلاقیوں نے اس وجہ سے راہ پالی تھی کیونکہ اُن اقوام کے اہل علم نے اُنہیں راہِ حق سے آگاہ کرنا چھوڑ دیا تھا جبکہ اُن کے علماء نے دینی تعلیمات کو ذاتی مفادات کی تکمیل میں صَرف کرنا شروع کر دیا تھا جس کے سبب وہ دعوت و تبلیغ کے فرائض اُس طرح سرانجام نہ دے پائے جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ راہِ راست کو ترک کرنے کا ذکر قرآن مجید میں مندرجہ ذیل الفاظ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭلَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ14

انہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے، بیشک بہت ہی برے کام کر رہے ہیں۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭلَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ15

جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

پھر جب نہی عن المنکر سے روگردانی کرنا ان کا معمول عام بن گیا تو رب تعالیٰ نے اپنا فیصلہ نازل فرمایا کہ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ 16 پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی ہم نے بچا لیے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔

اور آئندہ کی اقوام کے لیے نصیحت فرمائی کہ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِــيْمًا17، اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو، اور ایمان لاؤ اور اللہ ہے صلہ دینے والا جاننے والا۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰي بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ 18

تو کیوں نہ ہوئے تم میں سے اگلی سنگتوں (قوموں) میں ایسے جن میں بھلائی کا کچھ حصہ لگا رہا ہو تا کہ زمین میں فساد سے روکتے ہاں ان میں تھوڑے تھے وہی جن کو ہم نے نجات دی اور ظالم اسی عیش کے پیچھے پڑے رہے جو انھیں دیا گیا اور وہ گنہگار تھے۔ اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بے وجہ ہلاک کر دے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔

سابقہ اقوام کے قصائص کو قرآن میں بیان کرنے کا بنیادی مطمع نظر یہی نمایاں ہوتا ہے کہ اُن واقعات سے نصیحت وعبرت حاصل کی جائے اور آئندہ کے لیے اِن تنبیہات کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

مبحث سوم: ترجیحات

ترجیحات سے یہاں مراد وہ سب آیات واحادیث ہیں جن میں کسی بھی موضوع کے متعلق دو پہلو بیان کئے گئے ہیں لیکن اُن میں سے کسی ایک پہلو کو ترجیح انداز میں فرمایا گیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ قصاص کے معاملے میں ترجیحات کا تعین کیسے کیا جائے؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰي ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ 19

اے ایمان والوں! تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی۔ تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا۔

نکاح کے بارے میں رہنمائی فرمائی گئی کہ اگر متفرق ازواج کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کر سکتے تو ایک پر اکتفا کیا جائے

---

14. Al-Māʾida, 5:63
15. Al-Māʾida, 5:79
16 Al-Araaf ,7: 165
17. Al-Nisāʾ, 4:147
18.Hud,11 : 116-117
19- Al-Baqara, 2:178

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً20

تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا 21

پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

حج و عمرہ سے منسلک معاملات میں رب تعالیٰ نے آسانی پیدا فرمائی اور اہل اسلام کو مختلف سہولیات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم فرمایا

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ22

اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلے دے روزے یا خیرات یا قربانی، پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے۔

معاشرتی مسائل بھی زندگی کا جزو لاینفک ہیں، ان کے حوالے سے بھی متعدد ہدایات اسلام کی تعلیمات میں موجود ہیں جن کے ذریعے واضح فرمایا گیا کہ باہمی معاملات کو احسن انداز میں کیسے انجام دیا جا سکتا ہے جس کی ہلکی سی جھلک مندرجہ ذیل آیت سے عیاں ہوتی ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ 23

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔ پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ۔

اخوت و مودت کا اور ایثار قربانی کا بہترین نمونہ درجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جس میں ایک صحابیؓ رسول نے مہمانِ رسول کی مہمان نوازی کی اور رب تعالیٰ و سبحانہ کی ذات مبارکہ نے اس ایثار پر مسرت کا اظہار فرمایا

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ و وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ24

اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

آنحضور اکرم ﷺ نے خود کو مشقت میں ڈالے رکھا تاکہ اللہ کی بندوں کو اس کی بارگاہ میں واپس لائیں اور اسی کے سامنے سربسجود ہو جائیں اور آپ ﷺ کی اسی سنت مبارکہ کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا25، تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

20. Al-Nisāʾ, 4:3
21. Al-Nisāʾ, 4:19
22. Al-Baqara, 2:196
23. An-Nur, 24: 27
24. Al Hashr, 59: 9
25. Al Kahf, 18:6

مبحث چہارم: ترمیمات

ایک مفروضہ ہمارے اذہان میں اس شدت سے راسخ کروایا گیا ہے کہ قبل از اسلام جیسے دنیا میں انسان بغیر کسی معاشرتی توازن و قوانین کے زندگی گزار رہا تھا اور خصوصا عرب کے لوگ تو جیسے وحشت و بربریت اور جاہلیت کے ہی نمائندے تھے۔ وہاں جنگل کا قانون نافذ تھا جبکہ انسانی تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں بھی قانون کی بنیاد رسوم و رواج ہوتے تھے۔ رسوم و رواج کسی معاشرے کے اخلاق اور تربیت کرنے والے ایسے بنیادی اصول تشکیل کرتے ہیں جنھیں دہائیوں یا صدیوں کی دانش و روایت سے کشید کیا جاتا تھا۔

اسلام سے پہلے عرب معاشرہ میں جو قوانین اور رسوم چلے آرہے تھے ان میں سے بہت کم کو اسلام نے کلی طور پر رد کیا، بعض کو من و عن اور بعض کو ترمیمات کے ساتھ قبول کر لیا گیا، مکہ کی اپنی تہذیب، اپنے اصول اور اپنی اقدار تھیں۔ بالخصوص مکہ میں ایک مخصوص نہج کا نظام حکومت موجود تھا۔ اس تناظر میں اسلام نے کیا رویہ اختیار کیا؟ جاہلی دور کے سماجی اداروں، معاشرتی اقدار، معاشی طور طریقوں، اور سیاسی نظام کو کلیۃً رد کر دیا گیا، من و عن قبول کر لیا گیا، یا ترمیم و اضافہ کے ساتھ اختیار کیا گیا؟ اُن میں سے چنیدہ موضوعات کا ذکر درج ذیل ہے

1۔ نکاح

معاشرتی تنظیم میں نکاح کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ عربوں کے ہاں مختلف النوع نکاح رائج تھا۔ ایک صورت تو نکاحِ عام کی تھی۔ یہ نکاح مسلمانوں میں رائج نکاح سے بہت حد تک مماثلت رکھتا تھا۔ اس نکاح کی صورت میں مہر وغیرہ باقاعدہ سے ادا کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی نکاح کی اقسام عرب میں موجود تھیں۔ لیکن اسلامی تعلیمات کے اطلاق کے بعد نکاح کی دوسری صورتوں میں مثلاً نکاح الحزن، نکاح البدل، نکاح شغار، نکاح مقت، دو بہنوں کے ساتھ بیک وقت نکاح اور محرمات کے ساتھ نکاح کو باطل قرار دینے کے ساتھ ساتھ تعدد ازواج کے معاملے کو طے فرما دیا جس کا اظہار مندرجہ آیات سے ہوتا ہے۔ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ 26، تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار اور ممنوعات میں ایک قسم کے نکاح سے روک دیا گیا جیسا کہ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ 27، اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو ہو گزرا۔

جبکہ آنحضور اکرم (ﷺ) کا فرمان ہے کہ

النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي 28

نکاح میری سنت ہے، پس جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اُس دور میں معاملاتِ نکاح حقیقتاً بگاڑ کی حد تک خراب ہو چکے تھے اسی لیے اسلام نے نکاح جیسی رسم کی اصلاح کے احکام بیان فرمائے۔ یہی طریقہ دیگر معاشرتی معاملات کے حوالے سے اسلام نے اختیار کیا جیسا کہ محرّمات کے علاوہ منہ بولے بیٹے کے حقیقی بیٹے کے مترادف تسلیم کرتے اور اُس کی زوج کو محرمات میں شمار کیا جاتا لیکن آنحضور (ﷺ) اس رسم کو تبدیل فرمایا جس کے ضمن میں درجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:- وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ اَبْنَاۗءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ 29، اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا، یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے۔

جبکہ آنحضور اکرم ﷺ کو اس قدیم رسم کے خاتمے کے لیے خصوصی طور پر ہدایات جاری فرمائیں کہ

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا 30

---

[26]. Al-Nisāʾ, 4:3

[27]. Al-Nisāʾ, 4:22

[28]. Ibne-majat 'abu eabd ullah muhamad bn yazid,sunan abn majah, kitāb al-Nikah, 1:592, ḥadīth 1846

[29]. Al Ahzab, 33:4

[30]. Al-Nisāʾ, 4:47

اور اے محبوب (ﷺ)! یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے اسے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر جب زیدؓ کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا۔

2۔ نکاح مقت

قبل از ظہورِ اسلام فی العرب، بعض قبائل میں نکاح کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ کسی شخص کی ایسی زوجہ جس سے اس شخص کے لیے کوئی اولاد نہ ہو، تو اگر وہ شخص انتقال کر جائے اور اس متوفی شخص کی کسی دوسری بیوی سے اولاد ہو تو ان میں سے بڑا بیٹا اپنے والد کی زوجہ کا وارث بن جاتا اس طرح بطریقِ میراث متوفیٰ والد کی زوجہ اس کے بڑے بیٹے کے ملکِ نکاح میں آجاتی۔ اور اگر بڑے بیٹے کے علاوہ کوئی اور بھائی اس سے شادی کرنا چاہتا تو وہ مہرِ جدید کے ذریعہ نکاح کرتا۔ سوائے اس کے کہ وہ عورت اپنی جاں خلاصی کے لیے ورثاء کو ان کے رضا کے موافق فدیہ دیتی۔ اس قسم کے نکاح کو "زواج المقت" کہا جاتا تھا۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا[31]

اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی۔

نکاح کی اس رسم کو اسلام نے مکمل طور پر ختم کر دیا اور اس رشتے کو محرمات میں شمار کر کے والدین اور اولاد میں تقدس کو بحال کیا تاکہ نسبی رشتے آپس میں گڈ مڈ نہ ہو جائیں۔

3۔ طلاق

نکاح کی طرح، طلاق بھی معاشرتی معاملات کے لحاظ سے حسّاس پہلو ہے اور عرب میں اِس زُمرے میں کوئی قابل قدر اقدام مقرر نہیں کئے گئے تھے۔ گھریلو جھگڑے نشیب و فراز کی صورت اختیار کرتے تو زوجین میں جدائی پیدا ہو جاتی اور صاحب ثروت کی مرضی کے مطابق تعلقات دوبارہ بحال ہو جانے کی بنا پر عورتیں چارو ناچار اِسی بندھن میں بندھے رہنے میں مجبور ہوتیں لیکن اسلام نے اِس رسم کی بھی اصلاح کی اور فطری اصول و قواعد کا عملی اطلاق کیا۔ عرب میں قبل از اسلام تین طرح کی طلاق مروج تھیں۔

4۔ ظہار

عربوں کے درمیان ظہار بھی بمنزلہ طلاق کے تھا۔ ظہار سے مراد لیا جاتا تھا کہ شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تو میری ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام نے ایسی رسم کا اصلاحِ احوال مندرجہ ذیل طرز پر کیا:

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭاِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗىِٕيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۔ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ[32]

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بیشک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بری بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے، اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

---

31. Al-Nisāʾ, 4:47

32. Al-Mujadilah, 58: 2-3

5۔ ایلاء

ایلاء لغت میں قسم کھانے کو کہتے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر یہ قسم کھالے کہ وہ اپنی بیوی سے صحبت نہیں کرے گا۔ عرب ایلاء کو بھی طلاق ہی شمار کرتے تھے جو ایلاء کی مدت گزرنے کے بعد واقع ہوتی اور ان کے ہاں اس کی مدت ایک سال مقرر ہوتی تھی تھی اور کبھی وہ اس کو دو سال بھی کر دیتے تھے۔ اس رسم کا توڑ اسلام نے درجہ ذیل طریقے سے کیا:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ33

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔

6۔ طلاق مروج

عرب میں طلاق کے مروجہ اصول میں کوئی طریقہ کار وضع نہ تھا۔ عموماً اُن میں مختلف اوقات میں تین طلاقیں دینے کا رواج تھا، یہ طریقہ بعینہ اسلام کا طریقہ ہے۔ البتہ فرق یہ تھا کہ پہلے کے وقت میں جب عدت گزرنے کا زمانہ قریب ہوتا اور ایک دو دن باقی رہ جاتے تو اس وقت رجوع کر لیتے تھے اور اِس عمل کی کوئی مقررہ حد نہیں تھی۔ کثرت طلاق کا معاملہ وقوع ہوتا اور پھر خودی کی مرضی سے رجوع کر لیا جاتا لیکن اسلام نے ان طریقوں کو رد کر کے عددِ طلاق کی ایک حد مقرر فرمادی جیسا کہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ34

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

جبکہ زوجین کے درمیان تفرق میں سے ایک اثر عدت ہے۔ تفریق کے اسباب میں سے کسی سبب کے بعد عورت جس زمانے میں شادی کا انتظار کرتی ہے، اور اس کے بعد اس کو شادی کی اجازت ہوتی ہے۔ اس مدت کو عدت کہتے ہیں۔ جب تک یہ مدت گزر نہ جائے عورت کسی دوسرے شخص سے شادی نہیں کر سکتی۔۔ عدت گزارنے میں یہ حکمت سمجھی جاتی تھی کہ اختلاط نسب کا تدارک کیا جائے۔ عرب بھی عدت کے اصول پر عمل پیرا تھے۔ موت کی صورت میں ان کے ہاں عدت مکمل ایک سال مقرر تھی جبکہ اسلام نے یہ مدت ۴ماہ ۱۰ دن مقرر کی ہے۔ ارشاد ربّانی ہے کہ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْۗءٍ35، اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔

7۔ خلع

خلع کے یہ معنی ہیں کہ عورت شوہر کو کچھ مال دے کر اس سے تعلق منقطع کرلے۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ 36، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔

8۔ وصیت اور میراث

ملکیت منتقل کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب وراثت ہے، یعنی کسی فرد کی موت کے بعد اس کا مال اور جملہ مالی حقوق میت کے ترکہ سے متعلق حقوق کی ادائیگی کے بعد بطریق خلافت (جانشینی) اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، عرب معاشرہ میں بھی وصیت اور میراث کا سلسلہ موجود تھا لیکن عورت کا معاملے میں اُن کا رویّہ مختلف تھا۔ اُسے وراثت میں سے حصہ منتقل نہیں کیا جاتا تھا جبکہ معمول عام میں وہ وارث اور دوسروں کو وصیت کی اجازت دیتے تھے لیکن ان کے ہاں اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی اسلام آنے کے بعد وصیت کے اصول کو قائم کیا گیا

[33].Al-Baqara, 2:227
[34]. Al-Baqara, 2:229
[35]. Al-Baqara, 2:228
[36]. Al-Baqara, 2:229

اور وصیت کرنے والے کے ترکہ میں تہائی حصہ وصیت کرنے کی حد مقرر کی اور تہائی سے زیادہ وصیت کرے تو یہ وارثوں کی اجازت پر موقوف تھا۔

وصیت کی اجازت صرف ان لوگوں کے حق میں دی جن کو میراث میں حصہ نہیں ملتا۔ وارث کے حق میں وصیت کو دوسرے ورثاء کی اجازت پر موقوف رکھا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ 37

تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لیے موافق دستور۔

یہی مضمون سورت النسآء کے دوسرے رکوع میں زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ38

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔

مکّے کا سماجی ڈھانچہ ایک قبائلی طرز پر تھا، جہاں ان کی قبل از ظہورِ اسلام افراد کی جاہلیت، بد تہذیبی، برائی، بیوقوفی اور جہالت کی داستانیں موجود ہیں کہ بچیوں کو پیدا ہونے کے بعد زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ عورتوں کی حیثیت غلاموں یا جانوروں سے مختلف نہیں تھی، انہیں خریدا اور بیچا جاتا تھا۔ شادی کے مسئلے پر بھی ان کی رائے نہیں لی جاتی تھی، بلکہ جو سب سے زیادہ بولی دے، لڑکی اس کے حوالے کر دی جاتی تھی۔

عورت مرد کے نزدیک ایک جنسی کھلونا تھی، وہ جائیداد کی مالک بن سکتی تھیں اور نہ ہی انہیں وراثت میں سے حصّہ ملتا تھا۔ بلکہ خاوند کے مرنے کے بعد بیٹے اپنے باپ کی بیویوں کو ورثے کے طور پر آپس میں بانٹ لیا کرتے تھے۔ یا انہیں گھر سے نکال دیا جاتا تھا۔ بیوہ کو ایک سال تک ایک ایسے حجرے میں رہنا پڑتا تھا جس میں روشنی یا ہوا کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ اس حجرے کو چھوڑنے کی اسے اجازت نہیں ہوتی تھی، وہ نہ تو نہا سکتی تھی اور نہ ہی کپڑے بدل سکتی تھی۔ جب وہ ایک سال بعد باہر آتی تھی تو اس پر اونٹ کا پیشاب پھینکا جاتا تھا، جس سے یہ مطلب ہوتا تھا کہ اس عورت نے اپنی عدت پوری کر لی ہے۔

لیکن جہاں جہالت اور قبیح رسوم کا تذکرہ موجود ہے وہاں ان کے قانونی یا سماجی طور پر ان اقدار کا ذکر ضروری ہے، جس میں اپنے وقتوں کی خامیوں کے ساتھ خوبیاں بھی تھیں۔ جن میں مہمان نوازی، فیاضی، وفاداری اور میدان جنگ میں شجاعت کو اہم سمجھا جاتا تھا۔ بچیوں کو پیدا ہونے پر چند لوگ زندہ درگور کرتے تھے جس کی طرف اشارہ قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیت میں ملتا ہے کہ

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۔ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ 39

اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے۔ کس خطا پر ماری گئی۔

تو تاریخ وکتب سیرت میں ایسے واقعات میں بھی ملے کہ جن میں آنحضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ جو شخص دو بیٹیوں کی اچھی طرح پرورش کرے اور اُن کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی جانب سے ملنے مصائب کو جھیلے وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہو گا اور آپ (ﷺ) نے اپنے ہاتھ مبارک کی دو انگلیوں کا جوڑ کر اشارہ فرمایا۔

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَه40

جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح ہوں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی انگلیوں کو ملا کر بتایا۔

---

37. Al-Baqara, 2:229

38. Al-Nisāʾ, 4:11-12

39. At-Takwir, 81: 8-9

40. Muslim bin Alhujaaj bin Muslim Al-Qushayriu, Sahih Muslim(Turkia: Dar Altibaeat Aleamirat 1334 AH), Kitab Albiri Walsilat Waladab,8: 38, Hadith 2631

بیٹیاں جہنم سے بچاؤ اور جنت میں داخلہ کا والدین کے لیے وسیلہ بن گئیں جیسا کہ ارشادات نبوی (ﷺ) سے واضح ہوتا ہے کہ آپ (ﷺ) نے اُس معاشرے میں رائج رسم (کہ بچیوں کو زندہ درگور کر دینا) کی بیخ کنی کرنے کے لیے عملی اقدامات فرمائے جو آپ (ﷺ) کے فرمودات کی صورت میں آج بھی مسلم امۃ کو ہدایات و رہنمائی فراہم کر رہے ہیں:

مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ، وَأَطْعَمَهُنَّ، وَسَقَاهُنَّ، وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ41

جسکی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے (جزع فزع نہ کرے کہ بیٹیاں ہیں) اور انہیں کھلائے پلائے۔ پہنائے اپنی طاقت اور کمائی کے مطابق تو یہ تین بیٹیاں (بھی) روز قیامت اس کے لیے دوزخ سے آڑ اور رکاوٹ کا سبب بن جائیں گی۔

مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ 42

جس کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں اور دو بہنیں ہوں اور وہ اُن کی اچھی پرورش کرے اور اُن کے معاملے میں اللہ سے ڈرے تو اُس کے لیے جنت ہے۔

حضرت عائشہ (رضہ اللہ عنہا) بیان فرماتی ہیں کہ

جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ تَسْأَلُنِي، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ:مَنْ يَلِي مِنْ هَذِهِ البَنَاتِ شَيْئًا،فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ(متفق عليه)43

ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کو ساتھ لے کر میرے پاس کچھ مانگنے کے لیے آئی، اس کو میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ ملا، میں نے وہ اسے دے دی، اس نے اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر دی، پھر اٹھ کر چل دی، نبی (ﷺ) تشریف لائے تو میں نے آپ (ﷺ) سے بیان کیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا جو شخص ان بچیوں کو کچھ بھی دے دے اور ان کے ساتھ احسان کرے تو یہ ان کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب (کا ذریعہ) ہوں گی۔

9۔ پردہ

اہل عرب میں عورتوں کے پردے کا کوئی خاص نظام وضع نہیں تھا حتیٰ کہ مرد و عورت خانہ کعبہ کا طواف بھی برہنہ ہو کر کرتے تھے۔ عملِ بے پردگی اسقدر رائج تھا کہ عرب شاعر عورت کے وجود کی مکمل وضع و قطع اپنے اشعار میں سرعام بیان کیا کرتے۔ عربوں کی شاعری اپنی عورتوں کی خوبصورتی، وقار اور اپنے قبیلے کی امن اور جنگ کی حالت میں اپنے قبیلے کی شجاعت اور اقدار سے متعلق ہوا کرتی تھی۔ شاعری پر صرف مردوں ہی کی اجارہ داری نہیں تھی، بلکہ عورتیں بھی شاعری کرتی تھیں۔

قبل از اسلام کی عرب عورتیں بناؤ سنگھار کرتی تھیں، جسم پر نقش و نگار بنوانا بہت عام تھا۔ لیکن عورتیں اپنی سجاوٹ کے باوجود مردوں کی ہوس بھری نگاہ سے بچنے یا زیادتی کے ڈر سے حجاب نہیں اوڑھتی تھیں۔ اور نہ ہی پردے کا کوئی تصور تھا۔ عورت اگر چاہتی تو اپنی عزت لٹنے کے ڈر کے بغیر، ننگے بدن طواف کعبہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ زمانہ قبل از ظہورِ اسلام فی العرب کی ایک مقدس مذہبی رسم تھی، عورتوں کو صرف سماجی طور پر ہی نہیں بلکہ مذہبی زندگی میں اس کی اہمیت کچھ یوں واضح ہوتی ہے کہ تمام بت جن کی پرستش کی جاتی تھی ان میں سب سے اہم عورتوں کے بت تھے۔ مکہ میں عزیٰ، طائف میں لات اور مدینہ میں منات سب سے زیادہ مقبول دیویاں تھیں۔ ان کی مذہبی عقیدت کے مطابق یہ نیک خواتین کی مورتیاں تھیں اس لیے ان مورتیوں کو سب سے زیادہ احترام دیا جاتا تھا۔

---

41. Ibne-majat 'abu eabd ullah muhamad bn yazid,sunan abn majah, kitab Al'adab, 2:1210, ḥadīth 3669

42. Muḥammad ibn ʻĪsā al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī* (Bayrut: Dar Algharb Al'iislami 1996), 3:478, ḥadīth 1916.

43. Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Al-Jāmiʿ al-Bukhārī*, , kitab Al'adab , 8:7, ḥadīth 5995

لیکن اسلامی تعلیمات کے اطلاق کے بعد نہ صرف بت پرستی ختم ہو گئی بلکہ اہل اسلام کی عورتوں کو پردے کا خصوصی اہتمام کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ 44

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور وہ دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں۔

یہی مضمون ایک اور مقام پر بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى 45

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

مذکورہ بالا نقل کردہ آیاتِ قرآنیہ چونکہ فقہی مسائل سے بھی منسلک ہیں جس میں مختلف مکاتبِ فکر میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ وصیت و وراثت کے احکام و دیگر معاملات کے بارے میں لکھی گئی آیاتِ قرآنیہ لیکن مقالہ نگار یہاں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہے کہ جو آیات پیشِ نظر مقالہ میں نقل کی گئی ہیں اُن سے صرف اِس نقطہ کو واضح تر کرنا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں ایسے پہلو موجود ہیں جو زمانہ قبل از ظہورِ اسلام فی العرب رسوم و رواج کو مکمل ختم کرنے کی بجائے اُن میں ترامیم کے ذریعے باقی مانندہ عمل کو قائم رکھا گیا ہے۔ کسی فقہی یا مسلکی بحث پر جرح و تعدیل یہاں مراد نہیں ہے

مبحث پنجم: تنقیحات

تنقیح سے یہاں خالص کرنا، صاف کرنا، عیوب سے پاک کرنا وغیرہ مراد لیے گئے ہیں اور اس کے مترادفات میں تطہیر، تصفیہ اور تحقیق کرنا جیسے الفاظ شامل ہیں۔ ترمیم اور تنقیح آپس میں ملتے جلتے اصطلاحی معنی رکھتے ہیں لیکن راقم الحروف کے نزدیک دونوں میں بنیادی فرق تفہیم کا ہے۔ ترمیم کے پسِ منظر میں کئی پہلوؤں میں سے کسی ایک مناسب پہلو کا انتخاب کرکے اُسے حتمی قرار دے لینا اور عملِ تنقیح سے یہاں کسی ایک مرکزی موضوع پر مشتمل مباحث میں موجود غیر ضروری کثافتوں کو صاف کرکے کامل تطہیر کر دینا مراد لیا گیا ہے۔

جیسا کہ اہل عرب میں ازدواجی تعلقات کو قائم کرنے کے لیے بہت سارے رسوم و رواج رائج تھے جن میں سے ایک کا انتخاب کیا گیا جس کا اہل اسلام عصر حاضر میں بھی زوجین کے رشتے کے لیے اطلاق کرتے ہیں اور اُسے ہی مستقبل کے لیے بھی محفوظ کر لیا گیا۔ اِسی طرح معیشت بھی اسلامی تعلیمات کے طے کردہ اصول و قواعد کا مرکزی نقطہ نگاہ رہی ہے۔ باہمی معاملات میں لین دین، قرض و تجارت و دیگر اُمور، سیرت رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ کے معمولات زندگی میں شامل تھے۔ اس لیے اسلام نے اِن سے متعلق ہدایات و اصلاحات کو بنیادی لوازمات میں شامل رکھا۔ جیسا کہ سود! معاشی نقل و حرکت کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔

عمومی طور پر دیکھا جائے تو سود سے معیشت کا چکّہ تیز رفتاری سے چلنا چاہئے کیونکہ اس کے سبب قرض دار کو بغیر کسی محنت و مشقت کے اضافی رقم موصول ہو رہی ہوتی ہے اور ضرورتمند کی حاجت بروقت پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے لیکن یہی وہ فعل ہے جس کے بارے میں فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ 46 (تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول (ﷺ) سے لڑائی کا) جیسے الفاظ قرآن مجید میں استعمال کئے گئے ہیں۔ لہذا! پیشِ نظر بحث میں تنقیحات کے ضمن میں راقم مقالہ کا اختیار کیا گیا موقف مندرجہ ذیل ہے۔

44. An- Nur, 24: 31

45. Al-Ahzab, 33: 33

46. Al-Baqara, 2:279

1۔ سود

سود! ایک معاشرتی مرض ہے جو معاشرے کے کمزور طبقات کو آہستہ آہستہ کمزوری ولاغری کی طرف دھکیل دیتا ہے اور جسے معاشی مسائل کی جڑ گردانا جاسکتا ہے۔ مقروض سے قرض کی واپسی کے ساتھ وصول کی گئی زائد رقم سود کے زُمرے میں آتی ہے۔ یہ عمل ایک آکاس بیل کی مانند ہے جو یکبار شروع ہو جائے تو سب کچھ اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے لیکن حدِ تکمیل کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ زمانہ قدیم میں عرب معاشرہ بھی دیگر ہمعصر اقوام کی طرح اس مرض میں مبتلا تھا۔

لوگ سالہا سال سے قرض کی چکی میں پستے رہتے تھے لیکن جان کی خلاصی ممکن نہیں ہو پاتی تھی۔ جس طرح آج کے معاشرے میں عالمی سطح پر سود ایک جائز عمل کی صورت اختیار کر چکا ہے، اِسی طرح ظہورِ اسلام سے قبل عرب قبائلی نظام کی بھی یہی حالت تھی لیکن اسلام میں سود لینے کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود سے جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔ جس کا اظہار مندرجہ ذیل آیات سے ہوتا ہے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ 47

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔

جبکہ اہل ایمان کو حکم ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا48

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود۔

اور سود لینے کے عمل کو ترک نہ کرنے والوں کے لیے پیغام الٰہی ہے کہ

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ 49

پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول (ﷺ) سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو، نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو۔

2۔ زنا

زنا بھی ایک معاشرتی بیماری ہے کہ جس کا تدارک اگر بر وقت نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ کم و بیش سبھی افراد کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔ یہ ایک ایسا ناسور ہے جو اقوام و ملت سے اُن کی انفرادیت کو چھین لیتا ہے، جو نسلوں سے اُن کی پہچان کو مٹا دیتا ہے، جو خانہ داری کے تعلقات کو ختم کر دیتا ہے اور ایک ایسے افرادی ہجوم کی پیوند کاری کرتا ہے جو شُتر بے مہار ہوتی ہے۔ جسے نہ اپنے ماضی سے غرض ہوتی ہے اور نہ ہی مستقبل کے بارے میں کوئی فکر۔ جسے بھوک لگے تو پیٹ بھرنے کے لیے سب کچھ ہڑپ کر جائے اور اگر نفسانی خواہش جاگ جائے تو بلا روک وٹوک آپسی رشتوں کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے تن کی آگ بجھالے۔ مختصراً! زنا، حسب و نسب کی تباہی کا ضامن ہے۔

حسب و نسب کی پہچان کو قائم رکھنے کے لیے ازل سے اسلام نے زوجین کے فطری و اصولی رشتے کو تقویت دی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں زنا کرنے والوں کے لیے کڑی سزائیں مقرر کی گئی ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ50

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

---

[47]. Al-Baqara, 2:276
[48]. Al-Baqara, 2:278
[49]. Al-Baqara, 2:279
[50]. An- Nur, 24: 2

اور اِس قبیح عمل کو اختیار کرنے والوں کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے کہ

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ 51

بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے، اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک۔

لہٰذا! مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا کہ دعوت و تبلیغ کے دوران ہر مبلغ کو اسلامی تعلیمات کے پیش کردہ اِس "تنقیحات" کے پہلو کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہئے۔

مبحث ششم: عمل تدریج

تدریج! قوانینِ فطرت میں سے ہے۔ یہ کائنات تدریجی مراحل میں اپنے اختتام کی طرف گامزن ہے۔ سبھی مخلوقات عمل تدریج کی بدولت ارتقاء و تنزّلی کا سفر طے کرتی ہیں اور انسانی فطرت کا بھی یہی خاصا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ قبول وردّ کی منازل سے گزر کر ہی فہم و فراست کا پیکر بنتا ہے۔ اسلام نے بھی عرب معاشرے میں راسخ ہوئی غلط روایات کی بیخ کنی کے لیے عمل تدریج کو مقدم رکھا جس کا اظہار حرمتِ شراب جیسے واقعہ سے ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات ہیں: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا 52، تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور اُن کا گناہ اُن کے نفع سے بڑا ہے۔

دوسرے مرحلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ 53

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔

جبکہ حکمِ حرّمت مندرجہ ذیل آیت کی صورت میں نازل ہوا۔ جس کے بعد صحابہ کرامؓ نے شراب کو مکمل طور پر ترک کر دیا۔ حرمت شراب کا حکم تدریجی مراحل کا کامل مظہر ہے جبکہ یہ حکم یکبارگی بھی نافذ کیا جا سکتا تھا لیکن خالق و مالک ارضِ وسما نے اپنی پوشیدہ حکمتوں و مصلحتوں کے باعث مرحلہ وار تکمیل کو پہنچایا۔

لہٰذا! ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ 54

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا۔

اسی طرح اگر فقہی مسائل کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو سرقہ (چوری)، ڈاکہ زنی، رہزنی و دیگر معاملات کی سزائیں بھی تدریجی مراحل میں مقرر فرمائی گئی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَاۗءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ 55

اور جو مرد یا عورت چور ہو تو ان کا ہاتھ کاٹو، ان کے کیے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا۔

مذکورہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ چوری کی سزا کے طور پر چور کے دونوں ہاتھ یکبارگی میں کاٹنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ایک بار سزا کے اطلاق ہونے کے بعد اُسے مہلت دی گئی کہ آئندہ ایسے اعمال سے احتیاط برتے، اگر وہی عمل دوبارہ دوہرائے گا تو سزا بھی دوبارہ نافذ ہوگی۔ اسی طرح دیگر معاملات جو فساد فی الارض کے زُمرے میں آتے ہیں اور جن کا تعیّن فقہاء کرام و مفتیان عظّام نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کر رکھا ہے، اُن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

[51]. An- Nur, 24: 3

[52]. Al-Baqara, 2:219

[53]. Al-Nisāʾ, 4:43

[54]. Al-Māʾida, 5:90

[55]. Al-Māʾida, 5:38

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْہِمْ وَاَرْجُلُہُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَہُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَاوَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ 56

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب۔

اسلامی سزاؤں کا یہی خاصا ہے کہ وہ فرد کے معاشرتی رتبے یا مرتبے کو دیکھ کر مقرر نہیں کی جاتیں بلکہ جرم کے ثابت ہونے پر اُن کا اطلاق ہوتا ہے۔اس لیے جرم جتنا سنگین ہو گا، سزا بھی اُتنی سخت تجویز کی جائے گی جن میں سب سے سخت سزا انسانی جان کو ناحق قتل کرنا ہے۔اِسی طرح مرحلہ وار جیسے جیسے جرُم کی نوعیت کم ہوتی جائے گی، سزا کی سختیاں بھی کم ہوتی جائیں گی جو کہ تدریجی عمل کا ہی ایک مظہر ہے۔

اِسی طرح عملِ زنا بھی تدریجی مراحل میں حرام قرار دیا گیاہے جس پر مختصر سی بحث سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ عملِ زنا، چونکہ معمولِ عام تھا جو مختلف شکلوں کی صورت میں عرب معاشرے میں رائج ہو چکا تھا۔ اولاد کے حصول کے لیے لوگ اپنی ازواج کو صاحبِ ثروت لوگوں کے پاس بھیجنے میں کسی قسم عار محسوس نہیں کرتے تھے، جس سے نسب تو بگڑتا ہی ساتھ ساتھ حسب بھی مخلوط و مشکوک ہونا شروع ہو جاتا۔اس لیے زنا جیسے قبیح مرض سے بچاؤ کے لیے اسلام نے اولاً جو قاعدہ و قانون وضع کیا وہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْہِدُوْا عَلَیْہِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَہِدُوْا فَاَمْسِکُوْہُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیْلًا- وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِہَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْہُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْہُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا 57

اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔ اور تم میں جو مرد عورت ایسا کریں ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

مفسرینِ کرام نقل کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں جو راہ نکالنے کا ذکر کیا گیا ہے وہ سورۃ النور میں بیان کر دیا گیا ہے جس کی شرح میں غیر شادی شدہ جوڑے کو کوڑوں کی سزا اور علاقہ بدر کرنا جبکہ شادی شدہ جوڑے کے لیے رجم کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

مبحث ہفتم: ممنوعات

ممانعت! ایک تنبیہی عمل ہے جو کبھی دائم رہتا ہے جیسا کہ خنزیر کا گوشت اور کبھی عارضی جیسے کہ حالتِ روزہ میں روزہ دار کے لیے کھانا وپینا وغیرہ ماسوائے مستثنیات کے۔ حرُمات عموماً سبھی مذاہب کا مشترکہ پہلو ہیں اور سامی و غیر سامی تمام مذاہب میں اُن کا تعیّن کیا گیا ہے جن کی پابندی حاملینِ مذہب پر لازم امر ہے اور اِن سے انحراف کی صورت میں فرد، سزا کا حقدار شمار کیا جاتا ہے اسلامی تعلیمات میں ایسے معاملات کو حُرمات یا حدود اللہ کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض تعاملات کا تعیّن کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ ﷺ میں طے شدہ ہے اور بعض کو فی زمانہ اہل علم کے اجتہاد کی صورت میں مؤخر کر دیا گیا ہے جیسا کہ حالتِ مجبوری میں بعض حرام اشیاء کا حلال ہو جانا وغیرہ، جس کے تعیّن کے لیے علمائے کرام سے مشاورت لازم ہے۔

لیکن چونکہ یہاں فقہی بحث کی بجائے اختراعی مباحث، عنوانِ مقالہ کے پیش نظر ہیں اس لیے ممنوعات کے ضمن میں اُن آیات کا تذکرہ کیا جائے گا جن سے مطلوبہ نتائج اخذ کئے جاسکیں اور جن سے مقالہ نگار کے مؤقف کی تائید حاصل ہو سکے کہ اسلامی تعلیمات مذکورہ بالا خصائص کے ساتھ ساتھ ایسی آیات پر بھی مشتمل ہیں جن میں حُرمات کا ذکر کیا گیا ہے اور جنہیں ہر داعی اسلام کو دورانِ تبلیغ اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہئے تاکہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ احسن انداز میں سر انجام دیا جاسکے۔ راقم الحروف! حُرمات کو تین طبقات میں تقسیم کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل میں ہے۔

56. Al-Māʾida, 5:33
57-Al-Nisāʾ, 4:15

1۔ رشتوں کے لحاظ سے

رشتہ، تعلق، میل و ملاپ معاشرتی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ افرادِ خانہ کے انفرادی تعلقات سے لے کر اجتماعی سطح پر سماجی روابط تک سبھی انسانوں کے آپسی رشتوں کا تعلق اُنسیت کا مظہر ہیں۔ اخلاقی اقدار! حقدار کا تعیّن کرتی ہیں اور بچے سے لے بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے والے افراد اِن سے یکساں مستفید ہوتے ہیں جن سے شناخت، پہچان اور الفت قائم رہتی ہے۔ اِن رشتوں میں بگاڑ نسلوں کی تباہی کا ضامن ہوتا ہے لہٰذا اسلام نے اِس پہلو کو بھی خاص طور پر مرکزِ نگاہ رکھا اور حدود و قیود کا تعیّن فرمایا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَاۗىِٕكُمْ وَرَبَاۗىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَاۗىِٕلُ اَبْنَاۗىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ 58

حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنھوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو تو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیں (بیویاں) اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا۔

مذکورہ بالا آیت میں بیان کی گئی حرمات، اسلام کی نظر میں نسلِ انسانی کی بقاء کی ضامن ہیں چونکہ اہلِ عرب اِن پابندیوں سے مبرّا تھے اس لیے اُن کے آپسی تعلقات کو تقدّس و تکریم کے دائرے میں لانے کے لیے اِن رشتوں میں پاکیزگی کا عنصر شامل کرنا از حد ضروری تھا۔

2۔ کھانے و پینے کے لحاظ سے

کھانا و پینا، روٹی و پانی حیاتِ جاوداں کو بحال رکھنے کے لیے انسانی وجود کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے۔ اسلام جہاں معاشی سرگرمیوں کو متحرک رکھنے والے شخص کے بارے میں بیان فرماتا ہے کہ

مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ، فَهُوَ صَدَقَةٌ59

آدمی جو کچھ کماتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے کئے ہوئے کام میں سے بہتر ہے۔ آدمی جو کچھ اپنے اوپر، اپنے اہل و عیال، اپنی اولاد اور اپنے خادموں پر خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔

وہیں پیٹ میں ڈلنے والے لقمے کے متعلق بھی ہدایات جاری کرتا ہے کہ وہ لقمہ کس طرح کے عناصر پر مشتمل ہونا چاہئے اور اُس کا حصول کن کن ذرائع سے ممکن بنایا جانا چاہئے۔ زبان زدِ عام ایک محاورہ بھی ہے کہ "حلال رزق عین عبادت ہے"۔ لہٰذا جو کمائی وجود کو مشقت میں ڈال کر حاصل کی جائے اور پھر اُس کمائی سے جو کھانا و پینا لیا جائے، سب اسلامی تعلیمات کے وضع کردہ اصول و ضوابط کے مطابق ہونا چاہئے۔ ایسا ممکن نہیں کہ حصولِ رزق کے لیے ممنوع ذرائع کا انتخاب کیا جائے جیسا کہ شراب فروشی و دیگر ذرائع وغیرہ اور پھر اِس کے مُضر اثرات سے محفوظ رہنے کی کوشش کی جائے۔ اِسی طرح جب روزی حلال وسائل سے حاصل کی جائے تو تناول کرنے کے لیے ممنوعات جیسا کہ خنزیر وغیرہ کے گوشت کا انتخاب کر لیا جائے۔ لہٰذا! دونوں کا طیّب و طاہر ہونا لازمی امر ہے۔ جس کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد بار فرمایا گیا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ60

اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں۔

---

58. Al-Nisāʾ, 4:23

59. Ibne-Majat 'Abu eabd ullah Muhamad bn Yazid,Sunan Ibne Majah,kitab Al-Tijarat , 2:723, ḥadīth 2138

60. Al-Baqara, 2:172

یہی مضمون ایک اور مقام پر بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ
وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚاِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ 61
اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔
فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا62، اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ۔
مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی وجود کی بہتر نشوونما کے لیے صاف وستھری اشیاء کا انتخاب از حد ضروری ہے کیونکہ انسان جس طرح کا کھانا تناول کرتا ہے اُس کی فطری طبیعت اُسی طرز پر ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے تبھی تو خالق انساں نے پیدا کردہ اشیاء خورد ونوش میں سے کچھ کو انسان کے لیے مفید بنایا جیسا کہ پھل، سبزیاں اور حلال جانور کا گوشت جیسا کہ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ 63(تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان مویشی) وغیرہ اور کچھ کو ممنوع قرار دے دیا جن میں خنزیر کا گوشت سرِ فہرست ہے۔ کھانے وپینے کی ممنوعات میں مندرجہ ذیل چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ حرام کردہ ہیں:
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَي النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭذٰلِكُمْ فِسْقٌ64
تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو، اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے۔
ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ 65
اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا ان کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔
مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ کھانے وپینے میں سبھی اشیاء یکساں مقام نہیں رکھتی ہیں بلکہ احکامِ ربّی ہی اُن کے مفید و نقصان دہ ہونے کا واحد میعار ہیں جن کی بنا پر ہی اُنہیں جانچا و پرکھا جاسکتا ہے۔

3۔ قول و عمل کے لحاظ سے

انسان کی شخصیت سازی میں قول و عمل کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ باہمی تعلقات اور سماجی میل وملاپ میں سب سے زیادہ مقدم رکھا جانے والا عنصر قول و فعل میں یکسانیت کا ہونا ہے۔ اِس میں تضادات کا پایا جانا، اخلاق و کردار میں خامی کے پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔ انسان کا عمل اُس کے قول کے مطابق نہ ہو تو معاشرے میں اُسے قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اسی لیے اسلام بھی مسلمانوں کو منع فرماتا ہے کہ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ 66
اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔
شاید اِسی زُمرے میں محاورہ "پہلے تولو پھر بولو" مستعمل ہے کہ یہ انسان کے کردار کا عملی مظہر ہوتا ہے۔ عنوان مقالہ کے پیش نظر مضمون کے مطابق کہ وہ کونسا قول ہے جسے بولنے سے پہلے انسان کو کامل فہم فراست سے کام لینا چاہیے، تحمل و برباری کا مظاہرہ کرنا چاہئے تاکہ معاملات میں سُدھار کا عُنصر موجود رہے کیونکہ اُس قول کے اطلاق کے بعد حلال چیز، حرام ہو جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ، لَا

61. Al Araf, 7: 31
62. Al-Naḥl, 16:114
63. Al-Māʾida, 5:1
64. Al-Māʾida, 5:3
65. Al-Baqara, 2:173
66. As-Saff,61: 2-3

يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ 67، اور تمہیں نہیں پکڑ تا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دلوں نے کئے۔ یہی مضمون ایک اور مقام پر کچھ اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ68

اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتے ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا۔

مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کے قول پر اسقدر سخت وعید ہونے کے باوجود حُرمت کا عنصر نمایاں نہیں ہو رہا بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر انسان اپنے کہے گئے قول پر عمل پیرا نہ ہو سکے تو مختلف صورتوں میں کفارہ ادا کرے اور آئندہ کے لیے اگر قسم کھائے تو پھر اُسکی حفاظت بھی کرے لیکن حُرمت کا پہلو پھر بھی اِن سب سے الگ تھلگ ہے۔

انسان کے اقوال میں "طلاق" کا لفظ، واحد قول ہے جو اپنے قواعد وضوابط کے مطابق جب منطبق ہو جائے تو زوجین کا آپسی تعلق حرام ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰي تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ 69

پھر اگر (تیسری) طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

پس واضح ہوا کہ انسان کے قول سے بھی حلال و حرام کا تعیّن ممکنات میں سے ہے۔ ربّ تعالیٰ نے اُسے اختیار دیا ہے کہ وہ چاہئے تو تعلقات کو صبر و تحمل، فہم و فراست اور شائستگی سے بحال رکھے یا جلد بازی، غم وغصہ اور نفرت و غضب جیسے جذبات میں آکر منقطع کر دے۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے عملی کردار کو بھی حدود و قیود کا پابند بنایا ہے۔ انسان کا ہر فعل کامل نگرانی میں زیر تحریر لایا جارہا ہے جس کے بارے میں روز قیامت باز پرُس ہو گی۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۔ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ 70

معزز لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۔وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه71، جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔ اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے افعال میں ایسے اعمال ضرور شامل ہونگے جو برائی کے زُمرے میں آتے ہیں اور جن کے سرزد ہونے پر وہ سزا کا حقدار گردانا جائے گا۔ کچھ افعال انفرادی ہوں گے جیسا کہ حسد، بغض اور تعصب وغیرہ جو انسان کے باطنی ذات سے متعلق ہوتے ہیں اور کچھ اجتماعی نوعیت کے ہونگے جیسا کہ قتل ناحق، مال غصب کرنا، حق مارنا، ظلم وزیادتی کرنا وغیرہ جن میں دیگر افراد کے حقوق بھی شامل ہوں گے۔ اِن سب کے بارے میں جوابدہی لازمی امر ہے لیکن وہ عمل جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر حرام قرار دیا ہے، جو انفرادی اور اجتماعی دونوں لحاظ سے نقصان دہ ہے۔ اُس کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں کیا گیا ہے۔ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ72، بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے، اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔

---

67. Al-Baqara, 2:225
68. Al-Māʾida, 5:89
69. Al-Baqara, 2:188
70. Al-Inftar , 82: 11-12
71. Az Zilzal , 99: 7-8
72. An- Nur, 24: 3

مختلف تفاسیر کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں حُرمت سے مراد حُرمتِ نکاح ہے جو ایسے مرد و عورت سے نہیں کرنا چاہئے جو اِس قبیح فعل کو بعد از نکاح ترک کرنے پر راضی نہ ہو۔ اہل ایمان کو ایسے افراد سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ اِس قبیح فعل کی بیخ کنی کی جاسکے۔ اِن سب کے برعکس اگر زوجین کا تعلق قائم ہو جاتا ہے تو اُسے درست تسلیم کیا جائے گا۔

مبحث ہشتم: الدعیات

دعا، تمام اعمال پر فوقیت رکھتی ہے۔ دعا، متّقین کے درجات کو مزید بلند کرتی ہے اور مجرمین کو راہِ تقویٰ اختیار کرنے میں ہمت بندھاتی ہے۔ دعا، مفلسین کی امیدوں کا سہارا بنتی ہے اور مظلومین کے دلوں سے فریاد بن کر نکلتی ہے جو عرشِ عظیم سے جا ٹکراتی ہے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُوَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ73

یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے؟

دعا، ظاہری و باطنی انقلابات برپا کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے، اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً 74 اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑاتے اور آہستہ۔

نفسیاتی اثرات میں اس عمل کا سب سے زیادہ کردار ہے کیونکہ اس عمل کے دوران انسان خود کی زبان سے اقرار کر رہا ہوتا ہے کہ اُسے کیا ضرورت وحاجت درپیش ہے، احساس ندامت میں ڈوب کر وہ اپنے بُرے اعمال پر شرمندگی ظاہر کر سکتا ہے جسے کوئی اور دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ اپنی دکھ، تکالیف اور مصائب کا ذکر بلا کسی حیل وحجت معبود برحق کی بارگاہ میں پیش کر سکتا ہے جس پر کوئی طنز کرنے والا نہیں ہوتا۔

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا 75

اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے۔

اور جیسے جیسے انسان اقرار کرتا جاتا ہے، باطنی کیفیات میں تبدیلی رونماء ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جب ساری کارگزاری سنا چکا ہوتا ہے تب اُس کی ذات پر راحت وتسکین کا سمندر امڈ آتا ہے جو اِس بات کا غمازی ہوتا ہے کہ جس کے حضور ساری داستان پیش کی گئی ہے وہ اُسے سماعت فرما چکا ہے تبھی تو تصدیقی پیغام موصول ہوا ہے۔

یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے لیے کسی وقت وجگہ کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ باقی ساری عبادات کے لیے وقت وجگہ کا متعین ہونا لازمی امر ہے لیکن اِس عمل کو سبھی حدود قیود سے ماوراء رکھا گیا ہے تاکہ کوئی بھی انسان کسی بھی لمحے خالق ومالک کو پکارنا چاہے تو پکار سکے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى 76

تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو رحمان کہہ کر، جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں۔

ایک اور مقام پر دعائیہ مضمون کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ77

وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اسے پوجو نرے اسی کے بندے ہو کر۔

اسلامی تعلیمات میں عملِ دعا کو عبادت قرار دیا گیا ہے، الدُّعَاءُ هُوَ العِبَادَةُ 78، دعا عبادت ہے

---

73. An Naml, 27: 62

74. Al Araf , 7: 55

75. 75. Al Araf , 7: 56

76. Al Isra, 17: 110

77. Ghafir , 40: 65

78. Muḥammad ibn ʻĪsā al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī*, 5:80, ḥadīth 2969.

جبکہ حقیقت حال سے پردہ اگلی حدیث مبارکہ میں اٹھایا جارہا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اُس شخص سے ناراضگی کا اظہار فرماتا ہے جو اُس کے سامنے دعائیں والتجائیں بجانہ لائے جیسا کہ مَنْ لَمْ يَدْعُ اللَّهَ سُبْحَانَهُ، غَضِبَ عَلَيْهِ 79، جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک (غصہ) ہوتا ہے۔ اور اِس غضب کی وجہ بھی بازبان نبوی (ﷺ) بیان فرمادی گئی کہ

لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الدُّعَاءِ 80

اللہ پاک کے نزدیک دعا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں۔

قربتِ باری تعالیٰ کی ترجمانی قرآن میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کی گئی ہے کہ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ 81

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ 82 اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ ربّ تعالیٰ اپنے بندے کو احساسِ قربت دلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ 83 اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔ اور اخلاص وللّٰہیت کا تقاضا یہی ہے کہ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ 84، اور اس کی عبادت کرو نرے (خالص) اس کے بندے ہو کر۔ اور اِسی عمل سے آج کا مسلمان دور ہوتا نظر آتا ہے۔ اُسے جلد بازی نے دعا جیسے عمل کی اہمیت کو بُھلا دیا ہے۔ وہ کبھی کبھار دعائیہ الفاظ کو زبانِ قال سے ادا بھی کرلے تو اُسے فوری اطلاق کی تصدیق بھی چاہیے۔ آنحضور اکرم (ﷺ) نے انسانی طبیعت میں اِسی جلد بازی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، قِيلَ: وَكَيْفَ يَعْجَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: " يَقُولُ: قَدْ دَعَوْتُ اللَّهَ فَلَمْ يَسْتَجِبِ اللَّهُ لِي 85، تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ جلدی نہ کرے"، عرض کیا گیا: یارسول اللہ (ﷺ)! جلدی کا کیا مطلب ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: "وہ یوں کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول نہ کی۔ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، يَقُولُ: دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي (متفق علیہ) 86، بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے کہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

عصرِ حاضر میں انسان کو رجوع اِلیٰ اللہ کرنے میں سب سے زیادہ دشواری پیش آرہی ہے۔ وہ دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر رضامند جبکہ ایک سجدہ اُسے گراں نظر آتا ہے اگر کہیں دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا بھی ہے تو بوجھل دل کے ساتھ کہ جیسے کوئی بھاری پتھر اٹھا رکھا ہو جسے جلد از جلد گرانا از حد ضروری ہے۔

عمل دعا! انسان کو خود کی ذات پر غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اُسے اصلاحِ احوال پر راغب کرتا ہے۔ اپنی ذات میں عیوب کو تلاش کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ پرہیزگار ومتقی شخص کو بھی اِس عمل کی اشد ضرورت رہتی ہے تاکہ وہ مزید بلندیوں کا سفر جاری رکھ سکے اور انسانی نفسیات میں توانائی تبھی تک ممکن ہے جب تک اُن میں امید کی کرن جلی رہتی ہے۔ تکلیف وپریشانی میں انسان بعض اوقات مایوسی کی اتھاہ

---

79. Ibne-Majat 'Abu eabd ullah Muhamad bn Yazid, Sunan Ibne Majah,kitab Alduea' 2:1258, ḥadīth 3827
80. Ibne-Majat 'Abu eabd ullah Muhamad bn Yazid, Sunan Ibne Majah, kitab Alduea' 2:1258, ḥadīth 3829
81. Al-Baqara, 2:186
82. Ghafir , 40: 60
83. Qaf, 50: 16
84. Al- Araf, 7: 29
85. Ibne-Majat 'Abu eabd ullah Muhamad bn Yazid, Sunan Ibne Majah, kitab Alduea' 2:1266, ḥadīth 3853
86. Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *Al-Jāmiʿ al-Bukhārī*, , kitab Aldaeawat , 8:74, ḥadīth 6340.

گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ سبھی کچھ اُسے ختم ہوتا نظر آنے لگتا ہے اور زندگی کی لو تھمنے کے قریب ہوتی ہے کہ اچانک خیالات کے جھرمٹ میں ایک صدا بلند ہوتی ہے کہ "ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" اور زندگی پھر سے جگمگانے لگتی ہے۔

پس مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوا کہ انسان نفسیاتی لحاظ سے جتنا بھی مضبوط اعصاب کا مالک ہو، اُس کی پرورش بہترین ماحول میں کی گئی ہو، ہر محاظ پر لڑنے کی نفسیاتی اور جسمانی تربیت فراہم کی گئی ہو۔ مختصر یہ کہ ہر ہر پہلو جامعیت و کاملیت کا درخشاں باب ہو لیکن دعا جیسے ہتھیار کو استعمال کرنے کی مشق نہیں کروائی گئی تو باقی سب معاملات نقائص کا سبب بن سکتے ہیں۔ جہاں سبھی اصول وضوابط منحرف ہونا شروع ہو جاتے ہیں، متعیّن شدہ فطری حدود و قیود کے برخلاف وقوع ہونے لگتے ہیں وہیں سے عملِ دعا کا اطلاق لازم ہو جاتا ہے کیونکہ یہی فعل انسانی نفسیات میں اُمید نو جگا کر اُنہیں زندہ و سلامت رکھتا ہے۔

تجزیہ بحث

مذکورہ بالا بحث واضح کرتی ہیں اسلامی تعلیمات ہی انسانی نفسیات کی تشکیل و تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرسکتی ہیں۔ حیاتِ انسانی کا کوئی پہلو پنہاں نہیں رہا جس کے بارے میں اسلام نے ہدایت و رہبری فراہم نہ کی ہو۔ انفرادی لحاظ سے فرد کی فلاح اور اجتماعی سطح پر باہمی معاملات کی اصلاح، سبھی نقاط کو مفصّل زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل دیگر علوم کہ، اسلام نے انسانی نفسیات کی کامل تفہیم بیان کی ہے۔ کیونکہ دیگر علوم کو انسان کی ذات سے مخصوص مقاصد کی تکمیل مقدم رہتی ہے جبکہ اسلام انسان کی ذات کو پیشِ نظر رکھتا ہے جیسا کہ علم النفس (نفسیات) کو صرف انسان کے فکر و عمل کا تجزیہ کرکے مستقبل کی پیشین گوئی کرنا مقصود ہے۔ علوم معیشت کو، معیشت کی گاڑی کو حرکت میں رکھنے کے لیے انسان کی صورت میں قابل محرّک کی ضرورت ہے، علومِ طب کے پیش نظر بیمار افراد کا علاج و معالجہ اہمیت کا حامل ہے، مختصر یہ کہ جس بھی میدان کے قواعد وضوابط کا مطالعہ کیا جائے تو اُن سے واضح ہوتا ہے کہ وہاں صرف مخصوص اہلیت کا حامل فرد ہی کارآمد ہے، دیگر شعبہ جات سے منسلک لوازمات کا پایہ جانا لازم تصوّر نہیں کیا جاتا جبکہ تعلیمات اسلامیہ کا نقطہ ہائے نظر یکسر منفرد ہے۔

اسلام کے پیشِ نظر ایسے افراد کو تیار کرنا ہے جن میں انفرادی و اجتماعی لحاظ سے مذکورہ بالا تعلیمات کی روشنی میں کاملیت کا عُنصر نمایاں ہو۔ اُن کی کھپت کسی بھی شعبہ ہائے علوم میں ہو لیکن قولی و عملی لحاظ سے اسلامی تعلیمات کا مشترکہ ورثہ شمار کئے جاتے ہوں۔ تجارت کریں تو اسلامی اصولوں کو مقدم رکھیں، سیاحت کریں تو واعظ و نصیحت سے غافل نہ ہوں۔ اُنہیں علاقائی تفکرات، اسلام کے پڑھائے گئے اسباق سے متنفر نہ کرسکیں، اعصاب شکن مصائب و آلام اُنہیں متزلزل نہ کرپائیں۔ خود کی ذات ہو یا بقائے باہمی کا معاملہ، سیرتِ مصطفیٰ (ﷺ) ہی تقریر و تحریر میں منبع و مصدر کی حیثیت سے پیشِ نظر ہو۔ تبھی معاشرے کو وہ افرادی قوّت حاصل ہو سکتی ہے جو دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کی مکمل اہلیت رکھتی ہو اور جو عصر حاضر میں علوم نفسیات کو درکار بھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Miṣr: al-Sulṭāniyyah bi'l-Maṭbaʿah al-Kubrā al-Amīriyyah, 1311 AH.
* Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Yazīd. *Sunan Ibn Mājah*. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-ʿArabīyah, n.d.
* Muslim ibn Ḥajjāj al-Qushayrī. *Ṣaḥīḥ Muslim*. Nishāpūr: Dār al-Khilāfāh al-ʿIlmīyah, 1330 AH.
* Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. *Sunan al-Tirmidhī*. Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1996.